ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال

۱۳۰۵ھ

(رؤیتِ ہلال کے بارے میں لوگوں کی ایجاد کردہ خبر (تار اور خط) کو باطل کرنے میں عمدہ بحث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰہُ ربُّ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلما

مسئلہ ۱۷۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ در بارۂ رؤیت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ لوگ یہ انتظام مقرر کریں کہ درباب رؤیت ہلال رمضان و شوال و ذی الحجہ و محرم کے پیشتر سے مراسلات مقام دیگر کو جہاں جہاں مناسب خیال کیا جائے اس مضمون سے بھیجے جائیں کہ اگر ان مقاموں میں ۲۹ کی رؤیت ہو تو خبر رؤیت کی بذریعہ تار کے پہنچ جائے اور بعد پہنچنے خبر شہادت کافی کے مشتہر کر دیا جائے تو یہ طریقہ شرعاً مقبول یا محض باطل، اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمانوں کو اس پر عمل جائز یا حرام؟ اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی بشکرہ یصیر ھلال النعمۃ   سب تعریف اللہ کے لیے جس کے شکر سے نعمتوں کا چاند

بدر راو الصّلوٰۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ما اتی البرق بخبر الودق فصدق مرۃ وکذب اخری اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

بدر بن جاتا ہے۔ صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جو قدر ومنزلت میں رسالت کا سب سے اعلیٰ آفتاب ہیں، آپ کے آل واصحاب پر جو ہدایت کے ستارے اور تقوٰی کے چاند ہیں جب تک بجلی کی چمک بارش کی خبر دے کبھی وُہ سچ ہو اور کبھی غلط، اے اللہ! حق وصواب کی ہدایت عطا فرما۔ (ت)

امورِ شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر، اور یہ طریقہ کہ تحقیقِ ہلال کیلئے تراشا گیا باطل وبے اثر، مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکبِ اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکامِ شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں۔ اُن کی تفصیل کو دفتر درکار، لہٰذا یہاں بقدرِ ضرورت وفہمِ مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کا فیہ یا تواترِ شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں اور پُر ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادتِ شرعیہ ہے نہ خبرِ متواتر، پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر ودرمختار وحاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

واللفظ للدر یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب[1]۔

در کے الفاظ یہ ہیں اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہوجاتا ہے بشرطیکہ جب اس رویت کا ثبوت ان کے ہاں بطریق موجب ہو۔ (ت)

علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی حواشیِ در میں فرماتے ہیں:

بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ اویشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اھل بلدۃ کذا راوہ لانہ حکایۃ[2]۔

طریق موجب یہ ہے کہ شہادت لانے والے دو ہوں یا وہ قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب دو نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں اہلِ شہر نے دیکھا ہے کیونکہ یہ تو حکایت ہے۔ (ت)

جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب وملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا، جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے، پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتوٰی پر جرأت کس لیے والعیاذ

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹
[2] ردالمحتار | باب صدقۃ الفطر | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۹۶

باللہ سبحانہ وتعالٰی اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آتی محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبرہ طریقے سے پہنچی۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے!

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی ہے ظاہر ہے کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ یہ اُسی شخص کا لکھا ہُوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے:

اشباہ[1] میں ہے: لایعتمد علی الخط ولایعمل بہ۔ (خط پر نہ اعتماد کیا جائے گا نہ عمل۔ ت)

ہدایہ[2] میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم۔ (خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا۔ ت)

فتح القدیر[3] میں ہے: الخط لاینطق وھو متشابہ۔ (خط بولتا نہیں اور اس میں مشابہت ہوتی ہے۔ ت)

درمختار[4] میں ہے: لایعمل بالخط الخ (خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا الخ۔ ت)

فتاوٰی قاضیخاں[5] میں ہے:

القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار اما الصک فلایصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط۔

قاضی فیصلہ دلیل پر کرے اور دلیل گواہ ہیں یا اقرار پر فیصلہ کرے، اشٹام حجت نہیں کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہوسکتا ہے (ت)

کافی[6] شرح وافی میں ہے: الخط یشبہ الخط وقد یزور ویفتعل (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور

---

[1] اشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸
[2] ہدایہ کتاب الشہادات فصل مایتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۵۷
[3] فتح القدیر
[4] درمختار کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۳
[5] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی دعوی الوقف الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۲
[6] کافی شرح وافی

یہ ان اشیاء میں سے ہے جن سے کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاتا اور جعلسازی کی جاتی ہے۔ (ت)

مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامۃ البیری پھر ردالمحتار میں ہے:

لایقضی القاضی بذلك عند المنازعۃ لان الخط مما یزور ویفتعل[1]	قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ خط میں کسی کی طرف جھوٹ منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔ (ت)

عینی شرح کنز میں ہے:

الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل التزویر[2]	خط خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں جعلسازی کا احتمال ہوتا ہے۔ (ت)

مجمع[11] الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الشھادۃ والقضاء والرؤیۃ لایحل الاعن علم ولا علم ھنا لان الخط یشبہ الخط[3]	شہادت اور قضا اور رؤیت یقین کے بغیر حلال نہیں اور یہاں یقین حاصل نہیں کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ (ت)

فتاوٰی[12] عالمگیری میں ملتقط[13] سے ہے:

الکتاب قد یفتعل ویزور اذ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[4]	خط میں جعل سازی اور من گھڑت بات بھی ہوسکتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

غمز[14] العیون میں فتاوٰی[15] امام اجل ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور ویفتعل ای من شانہ ذلك وکونہ من شانہ ذلك یقتضی عدم العمل بہ وعدم الاعتماد علیہ،	خط پر عمل نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعے جعلسازی کی جاسکتی ہے یعنی اس کی یہ صفت بن سکتی ہے اور اس صفت کا ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ اعتماد کیا جائے اگرچہ

---

[1] ردالمحتار باب کتاب القاضی الی القاضی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۲

[2] عینی شرح کنز رمز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۰

[3] مجمع الانہر کتاب الشہادت داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۹۲

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۸۱

وان لم یکن مزورا فی نفس الامر کما ھو ظاھر[1] — نفس الامر میں اس میں جعلسازی نہ کی گئی ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھئے کس قدر روشن وواضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر حکم وگواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مانند ہوسکتی ہے، اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابلِ تزویر ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو، پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب وتزویر نہایت آسان کیونکہ امورِ دینیہ کی بنا اُس پر حرام قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ ائمہ دین کی وُہ احتیاط کہ مُہر خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُہر بنالینا اور خط میں خط ملادینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کرسکتے ہوں، اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوبِ صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نخواہی واجب القبول ہوگی اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلتِ علم وقلتِ علماء پر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت واخبارِ محض سے کتنا جُدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتبِ مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو تاہم اس کا جامۂ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہوکر آیا، صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوارِ مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جُدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ ہوا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہُوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائط تولا بدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذاتِ خود جاکر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا مانیے وہ جدا واسطہ اس پر فارم کی حاجت ہُوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، اُدھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت، بااینہمہ فصل ہزار ہُوا اور تار وصل نہیں، جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی

---

[1] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۹

اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفار ان خدمات پر معین، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں، درمختار میں ہے:

القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولایقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقطا۔

قاضی دوسرے قاضی کی طرف لکھ سکتا ہے اور یہ حقیقۃً نقلِ شہادت ہے اور یہ فیصل سے قبول نہیں بلکہ اس قاضی سے قبول ہے جسے حاکم نے مقرر کیا ہو الخ ملتقطا (ت)

فتح میں ہے:

ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لایصح الا من القاضی[2]۔

یہ نقل بمنزلہ قضاء کے ہے لہذا یہ قاضی کے علاوہ کسی سے صحیح نہیں۔ (ت)

غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامۂ قاضی کا قبول بھی اسی وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اسکی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انھی وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہوا اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلافِ قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل و فاحش خطا، پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیونکر روا۔ ائمۂ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذاتِ خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سُنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے، پیامِ ایلچی و خود بیانِ قاضی اس سے جدا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث

قاضی کے قاصد اور اس کے خط میں یہ فرق ہے کہ

---

[1] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۳-۸۴
[2] فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۸۹

يقبل كتابه ولايقبل رسوله، فلان غاية رسوله ان يكون كنفسه، وقد منا انه لوذكر ما فى كتابه لذلك القاضى بنفسه لايقبله، وكان القياس فى كتابه كذلك، الا انه اجيز باجماع التابعين على خلاف القياس فاقتصر عليه۔[1]

خط قبول کیا جائے گا لیکن قاصد مقبول نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ قاصد، قاضی کے قائم مقام ہے جبکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ اگر قاضی خود جاکر دوسرے قاضی کو خط والا مضمون بتائے تو وہ دوسرا قاضی اسے قبول نہیں کرے گا، خط کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ قبول نہ ہو لیکن تابعین حضرات کے اجماع سے اس کو جائز ومقبول قرار دیا گیا جو کہ خلافِ قیاس ہے اسی لیے اسی میں اجازت محصور رہے گی۔ (ت)

سبحان اللہ! پھر تار بیچارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اس کے سر بنائے احکام دھریں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

اور جب شرعاً قاضی کا تار یُوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی کیا ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار کیا چیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملك العزیز۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آکر شہادتِ شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہ ہوگی اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مُہر بھی لگی ہو اور اُس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔ ہدایہ میں ہے:

لايقبل الكتاب الابشهادة رجلين اورجل وامرأتين لان الكتاب يشبه الكتاب فلايثبت الابحجة تامة وهذا لانه ملزم فلابد من الحجة۔[2]

خط نہیں قبول کیا جائے گا مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی پر قبول ہوگا کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوسکتا ہے لہٰذا اس حجتِ کاملہ کے بغیر خط کا ثبوت نہ ہوگا اور یہ اس لیے کہ خط کی وجہ سے حکم لازم ہوتا ہے اور اس لیے حجت کا ہونا ضروری ہوتا ہے (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے ہے:

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۸۶

[2] ہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۳۹

یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجة شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزوّر الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ولکن جعلنه حجة بالاجماع ولکن انما یقبله القاضی المکتوب الیه عند وجود شرائطه و من جملة الشرائط البینة حتی ان القاضی المکتوب الیه لایقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینة انه کتاب القاضی[1]

یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف معاملات میں شرعاً حجت ہے لیکن خلاف قیاس کیونکہ خط میں جعلسازی اور جھوٹ لکھا جا سکتا ہے، اور خط خط کے مشابہ، اسی طرح مہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے لیکن ہم نے اسے اجماع کی وجہ سے حجت مانا ہے، لیکن جس قاضی کی طرف لکھا گیا ہو تب قبول کرے جب اسکی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر گواہ ہوں حتی کہ قاضی دوسرے قاضی کے خط کو اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ یہ قاضی کا خط ہے (ت)

عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ قاری الہدایہ سے ہے:

اذا شھدوا انه خطه من غیر ان یشاھدوا کتابته فلا یحکم بذلك[2]

جب وُہ گواہی دیں کہ یہ اس کا خط ہے مگر انھوں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا تو ایسے خط پر فیصلہ نہ دیا جائے (ت)

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امورِ شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے نسأل اللہ توفیق الصواب وبه نستعین فی کل باب (ہم اللہ تعالٰی سے توفیقِ صواب کا سوال کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ ت)

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ، سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالٰی مساعیھم الجمیلة (اللہ تعالٰی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ ت) نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرمادیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

[2] عقود الدریہ الکتابة علی ثلاثة مراتب الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۹

مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گوہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالٰی قادر ہوں۔

لاخلا الکون عن افضالهم وکثرالله فی بلادنا من امثالهم اٰمین اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی الله تعالٰی علٰی خاتم النبیین سیدنا محمد واٰله وصحبه اجمعین والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم وحکمه عزشانه احکم۔

زمانہ ان فضلاء سے خالی نہیں اور اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہمارے علاقوں میں زیادہ کرے آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۲: از رامپور بوساطت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی
۴ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر آئے اور دُوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی، اصلاً قابلِ لحاظ نہیں ہوسکتی، تار کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتوٰی مفصلہ طبع ہوچکا ہے، اُس کی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بہت گری ہُوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابُوں وغیرہم کفّار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا ضروری ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں، ہدایہ میں ہے: الخط یشبه الخط[1] (تحریر ایک دوسرے کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ ت) تو شرعاً تار پر عمل کیونکر ممکن! یُونہی ٹیلیفون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکامِ شرعیہ کی بناء نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لوسمع من وراء الحجاب لایسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره

اگر کسی نے پردہ کے پیچھے سے سُنا تو اس کو گواہی دینا جائز نہیں کیونکہ وہ کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ

---

[1] الہدایہ فصل مایتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۷

اذالنغمة تشبه النغمة[1] الخ وصورة الثنیا التی ذکرت لاتحقق لہا فیمانحن فیہ کمالا یخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

آواز ایک دوسرے کے مشابہ ہوسکتی ہے الخ اور جوصورت مستثنٰی قرار دی گئی ہے اس کا ہماری اس بحث میں تحقق نہیں ہے، جیساکہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۳: مرسلہ منظور علی علوی کاکوروی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پہاڑ میں ایسی ہے جہاں بغیر بہت دقت سے اونچی چوٹیوں پر گئے چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں جاکر بھی اکثر بسبب ابر غبار کے چاند نہیں دکھائی دیتا ہے ایسی جگہ میں مسلمانوں کو شوال کی رؤیت ہلال کی اطلاع بذریعہ تار کے پاکے روزہ افطار کردینا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تار اگر ایک ہو دو ہوں یا دس بارہ ہوں، کسی صورت میں ان پر اعتبار جائز ہے یا نہیں؟ اگر خبر بذریعہ تار کے نہ مانی جائے تو پہاڑوں میں (مثلاً نینی تال میں) کبھی رمضان کا مہینہ انتیس کو نہیں ختم ہوسکتا ہے، اس لیے کہ دس بارہ برس کا مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ ابر غبار کی وجہ سے شوال کا چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[2] چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اور فرماتے ہیں: ان اللہ امدہ لرؤیتہ[3] اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ تار اگرچہ دس بیس ہوں اصلاً شرعاً امورِ دینیہ میں قابلِ التفات نہیں کہ اس کی حالت خط سے بھی بدتر ہے اپنے شناسا کا خط پہچانا جاتا ہے، طرزِ عبارت سے پتا چلتا ہے، تار میں یہ کچھ بھی نہیں، پھر ہمارے تمام ائمہ نے عام کتبِ مذہب میں مثل ہدایہ و درمختار واشباہ وخیریہ وعقود الدریہ وفتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ خط کا اعتبار نہیں بلکہ صاف فرمایا کہ مُہر کا بھی ان معاملات میں اعتبار نہیں ہوتا، پھر تار کیونکر قابلِ اعتبار ہوسکتا ہے، خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت درکنار اسلام کا بھی علم نہیں، بلکہ اکثر ہنود وغیرہ ہوتے ہیں دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کردے گا، نہ یہاں حدِ تواتر تک پہنچنا معقول کہ دس نہیں ہزار

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۲

[2] صحیح بخاری باب اذا رأیتموا الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[3] سنن دارقطنی کتاب الصیام نمبر ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۲

جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں، اپنے دنیوی معاملات کو دیکھیے دو روپے کا دعوٰی ہو اور گواہ بیس دفعہ تار پر اپنی گواہی بھیجے کیا کچہریوں میں قبول ہو جائیگی، پھر عید کر لینا کیسے حلال ہو جائے گا! رہا یہ کہ اس صورت میں کہ انتیس کا چاند ہی وہاں نہ ہو گا، شعبان سے ذی الحجہ تک پانچ ہلالوں کا بغور دیکھنا تلاش کرنا ہر جگہ کے مسلمانوں پر واجب ہے اونچی چوٹیوں پر جانے کی دقت اگر صرف بوجہ تکلیف یا کاہلی ہو تو یہ عذر ہرگز نہ سنا جائے گا، اور اوپر جا کر دیکھنا واجب ہو گا۔ اگر کوئی نہ جائے گا سب گنہگار رہیں گے اور اگر واقعی ناقابلِ برداشت تکلیف ہے تو معاف ہے۔ عـہ

فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین[1] چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے ۳۰، ۲۹ سے کیا کام! اور اگر یہ خیال ہے کہ ۲۹ کے رمضان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے، یہ کیونکر ہو گی، تو یہ محض بے معنی خیال ہے، اور غور کریں تو اُس کی کسر اُدھر شعبان میں نکل جائیگی کہ وُہ بھی ۲۹ کا نہ ہو گا، تو رمضان کہ ۳۰ کا چاند وہاں ۲۹ کو نظر آئے گا اہتمام کریں تو ۲۹ تاریخ نزدیک کی آبادیوں میں دو چار معتبر مسلمان بھیج کر پہاڑ سے باہر بھی رؤیت کرا سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ محمود میاں ابن قاضی عبدالغنی صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

اس ریاست میں ٹیلیفون ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹیلیفون رؤیت ہلال رمضان یا عید رُوبرو آمنے سامنے دونوں مسلمان ہوں اور ایک جگہ کا مسلمان دوسرے کو خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور دوسری جگہ والا بھی مسلمان ہو اور اس کی آواز پہچانتا ہو کہ فلاں شخص یہ خبر دے رہا ہے تو اس کی آواز پہچان کر ان کے قول پر عمل کیا جائیگا یا نہیں؟ یا ٹیلیفون دینے والا اور لینے والا دونوں ملازم مسلمان ہیں، ایک نے دوسرے کو بذریعہ ٹیلیفون خبر دی رؤیت ہلال کی، اس نے دوسرے سے کہا فلاں جگہ سے مجھ کو فلاں نے کہا کہ وہاں پر رؤیت ہلال ہوئی تو ایسی خبر پر اعتماد چاہئے یا نہیں؟

الجواب

ٹیلی فون دینے والا اگر سُننے والے کے پیشِ نظر نہ ہو تو امورِ شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہو گی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے

عـہ اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

---

[1] سنن دارقطنی کتاب الصیام نمبر ۲۹ نشر السنۃ ملتان ۱۶۳/۱

سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیشِ نظر ہے جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانیِ آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دُور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رؤیت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رؤیت ہُوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہُوئی، اور زیادہ مُہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔ تبیین الحقائق پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیرہ اذا النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحدہ ودخل وعلم الشاهد انه لیس فیه غیرہ ثم جلس علی المسلك ولیس له مسلك غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانه یحصل به العلم وینبغی للقاضی اذا فسرله ان لا یقبله[1]

اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے سُنا تو سننے والا گواہی نہیں دے سکتا، ممکن ہے کوئی اور شخص ہو، کیونکہ آواز آواز سے مشابہ ہوسکتی ہے مگر اس صورت میں جب داخل ہونے والا اکیلا ہو اور شاہد جانتا ہو، علم رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ دوسرا نہیں، پھر وُہ گواہ راستہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اس راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں، اور داخل ہونے والے کا اقرار سُنتا ہے اور اسے دیکھتا نہیں (تو اب گواہی قبول ہے) کیونکہ اب اسے یقین حاصل ہے۔ اور اگر گواہ پردے والے کی بات کی از خود تفسیر کرے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وُہ تفسیر کو قبول نہ کرے۔ (ت)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

کان الفقیه ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأة من وراء الحجاب وشهد عندہ اثنان انها فلانة لا یجوز لمن سمع اقرارها ان یشهد علی اقرارها الا اذا رأی شخصا یعنی حال ما اقرت فح یجوز له ان

فقیہ ابو اللیث فرمایا کرتے تھے کہ جب پردہ کے پیچھے عورت نے اقرار کیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو اقرار سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے اقرار پر گواہی دے مگر اس صورت میں جب اس نے اس خاتون کو دیکھا ہو یعنی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشهادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۲

یشھد علی اقرارھا شرط رؤیۃ شخصھا لارؤیۃ وجھھا[1]۔

اقرار کرتے وقت نقاب اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے اقرار پر گواہ بنے باقی شرط شخصیت کو دیکھنا ہے نہ کہ چہرے کو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصرکذا شاھدان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ لالوشھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[2] اھ وتمام تحقیقہ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی مصر کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے پر دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا اور شرائطِ دعوٰی پائی جائیں تو اس قاضی کے لیے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضاءِ قاضی حجت ہے اور گواہوں نے اس قضاء پر ہی گواہی دی ہے، ہاں اس صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا جب انھوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے اھ اس کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۱: از دفتر صحیفہ حیدرآباد دکن مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

تار اور ٹیلیفون زمانہ حال کی ایجاد ہے یعنی فقہائے ماسبق کے زمانہ میں یہ چیزیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اس لئے قدیم کتبِ فقہ اس تذکرے سے خالی ہیں کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبریں آتی ہیں وہ قابل تقسیم ہیں یا نہیں، اس مسئلہ کی نسبت علماء کے ایک عام اجماع واتفاق کی ضرورت ہے، پس براہِ کرم بیان فرمایا جائے کہ تار اور ٹیلی فون کے ذریعہ سے جو خبر آئے وہ ازروئے احکامِ شریعت قابل تسلیم ہے یا نہیں؟ اور ایسی خبر کی بناء پر احکامِ شرعیہ مثلاً ترک واختیارِ صوم اور تقرر یوم حج وغیرہ کا تصفیہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تار محض بے اعتبار، یونہی ٹیلی فون، اگر خبر دہندہ پیشِ نظر نہ ہو۔ تفصیل فقیر کے فتاوٰی مرسلہ سے معلوم ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۳

[2] درمختار کتاب الصیام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

مسئلہ ۱۷۶ تا ۱۸۱: مسئولہ عبدالعزیز تاجر چرم قصبہ ٹکاری محلہ تتاگنج ضلع گیا ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ مفصل ذیل میں بحوالگی کتبِ فقہ وفتاوٰی۔ بینوا توجروا۔

سوال اول: نمازِ عید کہ جس کی ادائیگی رؤیتِ ہلال پر موقوف ہے اگر اس کی رؤیت کی خبر ایسی بستی میں جہاں ابروباد کی وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا ہو اور معتبر شخص کی زبانی کہ اُس شخص کو بھی خبر غیر شہر میں بذریعہ تار کے ملی ہو اور وُہ شخص اپنے مکان پر نمازِ عید کی پڑھ کر آیا ہو اس شخص معتبر کے بیان پر روزہ افطار کرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعد پڑھنے نمازِ عید کے جو لوگ کہ سفر میں عید کے روز کلکتہ وغیرہ میں ہیں وہ لوگ یہاں آئے اور بیان کیا کہ ہم نے اور جماعت کثیرہ نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھ کر نمازِ عید روزِ جمعہ کو پڑھی ہے ایسی صورت میں روزِ جمعہ کو افطار کرنا اور نمازِ عید جمعہ کو پڑھنا جائز ہوا یا نہیں، اور اطراف وجوانب میں بمعاینہ رویتِ ہلال عید روزِ جمعہ کو ہُوئی اس کے لیے شہادت کثیر ہے۔

سوال دوم: ایک بستی کے بعض افراد نے شخص معتبر کے بیان پر کہ جس کو خبر بذریعہ تار کے دوسرے شہر میں ملی ہو اُس شخص کے بیان پر جہاں بوجہ ابروباد رؤیت نہ ہوئی وہاں کے بعض افراد نے روزہ افطار کیا اور نمازِ عید پڑھی اور بعض افراد نے وہیں کے کہ جن کو اشتباہ ماہِ رمضان کی رؤیت میں تیس کا تھا اور اُن کے حساب سے انتیس رمضان پڑتا تھا اور خبر اُن لوگوں کو بھی قبل باقی رہنے پورے وقت نماز کے ملی مگر شخص معتبر کے قول وخبرِ تار پر اعتبار نہ کرکے روزِ جمعہ کو نہ روزہ افطار کیا اور نہ نمازِ عید پڑھی بلکہ سنیچر کے روز روزہ افطار کیا اور نمازِ عید پڑھی، جمعہ کا روزہ جائز ہولیا یا ناجائز؟

سوال سوم: ایک مسجد میں دوٗ روز نمازِ عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اول: در بارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار، اور در بارۂ ہلالِ عید ایک عادل ثقہ کی خود اپنی رؤیت کی گواہی بھی مقبول نہیں جب تک پورا نصابِ شہادت نہ ہو، درمختار میں ہے:

شرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد[1]	عید الفطر میں بادل عدالت کی موجودگی میں نصاب شہادت اور لفظ شہادت ضروری ہے (ت)

تو ایک معتبر شخص کی خبر محض اور وُہ بھی اپنی رؤیت کی نہیں دُوسرے کی، اور وُہ بھی تار کی معلوم ہوئی، چار وجہ سے

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

مردود تھی اور اس کی بنا پر عید کرنا حرام، جن لوگوں نے اس بنا پر روزہ توڑا سخت گناہ شدید کے مرتکب ہوئے اور اس دن کی نماز عید بھی گناہ و مکروہ تحریمی و ناجائز ہوئی، اور دوسرے دن نمازِ عید نہ پڑھنے سے بھی ترکِ واجب کے گنہگار ہوئے اور بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہوجائیں اُن کے اُن گناہوں کو رفع نہیں کرسکتا کہ جس وقت تک انھوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفتِ حکمِ شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال دوم: جن لوگوں نے اُس خبر پر عمل نہ کیا اور روزہ قائم رکھا اور دوسرے دن نمازِ عید پڑھی انھوں نے مطابق حکمِ شرع کیا ایسا ہی کرنے کا شرعاً حکم تھا اگرچہ جمعہ ضرور روزِ عید تھا مگر وہاں نہ رویت نہ ثبوتِ شرعی گزرا تو اُن پر جمعہ کا روزہ ہی فرض تھا اور سنیچر کی عید واجب، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ ت)

جواب سوال سوم: بہ صورت دو روز نمازِ عید کی نہ تھی کہ وہاں جمعہ کو عید ناجائز تھی جنھوں نے پڑھی وہ ایک ناجائز نفل بطور جماعت سے ادا کیا اور گنہگار ہوئے۔ درمختار میں ہے:

صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح[2]

دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ ح[3]

یہ نوافل ہیں اور نوافل کی جماعت کے ساتھ ادائیگی مکروہ ہے۔ (ت)

نمازِ عید وہی ہوئی جو دوسرے گروہ نے روزِ شنبہ پڑھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۹: از ضلع بتیا ڈاک خانہ ومقام رنسٹر رحیم اللہ وعبدالرحمن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مسلمان باشندوں میں سے ایک شخص حاجی مصدی صاحب ہیں جو کہ احاطہ بنگلہ خطہ آسام ضلع تیرپور رہتے ہیں اور وہیں تجارت کرتے ہیں لہذا انھوں نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگوں نے چاند ماہ رمضان المبارک کا روزِ سہ شنبہ یعنی منگل کے ہُوا، قریب قریب پچاس آدمیوں نے دیکھا اور دو تین آدمی خاص ہمارے آدمیوں میں سے جو کہ کاروبار دُکان کے کرتے ہیں دیکھا مگر جناب حاجی مصدی صاحب انکار

۱؎ صحیح بخاری باب اذا رأیتم الهلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶
۲؎ درمختار باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴
۳؎ ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۱

کرتے ہیں کہ ہم نے بچشم خود نہیں دیکھا اور جتنے اُس اطراف کے ملک آسام میں رہتے ہیں کسی نے چاند نہیں دیکھا، جس وقت یہ خط آیا اُس وقت جناب مولانا مولوی عبدالغفار صاحب ساکن موضع اعظم گڈھی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلسلہ مدرسہ دیوبند تشریف لائے تھے انھوں نے خط دیکھ کر فرمایا کہ دوبارہ خط سے دریافت کرو کہ اگر واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا تو تم لوگ بھی جمعہ کی عید کرلینا پنجشنبہ کو چاہے چاند ہو یا نہ ہو اور ایک روزہ قضاء کا رکھ لینا، تو پھر جب دوبارہ لکھا گیا تو اسی مضمون کا جواب آیا کہ چاند کا دیکھنا سچ ہے ۵۰ آدمیوں نے باشندہ ملک آسام کے دیکھا لہٰذا محض ملک آسامیوں کا دیکھنا اور بموجب فتوی دینے مولوی عبدالغفار صاحب یہ قابلِ سند ہوسکتا ہے کہ نہیں اور جمعہ کو ہم لوگ عید کرسکتے ہیں کہ نہیں، برتقدیر نہ چاند ہونے پنجشنبہ کے عید جمعہ کو کرسکتے ہیں یا نہیں، اور واقعی ایسا ہوا کہ پنجشنبہ کو عید کا چاند نہیں نظر پڑا، ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اور نہ کہیں چاند دیکھنے کی خبر آئی جو لوگ کہ معتقد مولوی عبدالغفار صاحب کے نہیں تھے جبکہ دیکھا یہ لوگ نہیں مانیں گے تو محض رفع نزاع کے لیے انھی لوگوں کے ساتھ عید جمعہ کو کرلی بغیر چاند دیکھے تفریق جماعت اور دو فریق ہوجانے کے خیال سے، لہٰذا از روئے شرع کے تفصیل بالا کی تحقیق۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دربارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔(ت)

ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہ عام کتب میں ہے: الخط لایعمل بہ[2] (خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ت)

دیوبندی کا فتوی محض باطل تھا اور بغیر رؤیت یا ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلینا حرام تھا اور تفریق جماعت سے بچنے کا خیال خام تھا اگر کچھ لوگ بے ثبوتِ شرعی جمعہ کو عید کرلیتے تو نہ وہ عید عید تھی نہ وہ نماز نماز، نہ وہ جماعت جماعت، تفریق کاہے کی ہوتی! اب صورتِ تفریق تو نہ ہوئی مگر حقیقۃً ابطال ہوگیا، نماز بھی گئی، سب گنہگار ہوئے، اگرچہ واقعہ میں عید جمعہ کی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰: از ریاست چھتاری ضلع بلند شہر مسئولہ عبدالغفور خاں صاحب محلہ کڑہ ۱۵ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہمارے قصبہ میں ہلال رمضان شب پنجشنبہ میں دیکھا گیا اور پنجشنبہ کا روزہ ہوا، ۲۰ روز بعد مولوی ناظر حسن دیوبندی کا ایک خط بنام رئیس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الھلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۳

الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸

دیوبند میں کچھ آدمی بہرائچ کے آئے اور اُن سے تحقیق ہُوا کہ رویت ہلال شب چہارشنبہ میں ہُوئی اور روزہ چہارشنبہ کا ہوا، لہذا علمائے دیوبند نے حکم دیا کہ روزہ چہارشنبہ سے رکھا جائے، جن لوگوں نے جمعرات سے رکھا ہے وُہ ایک روزہ قضا رکھیں، اسی بنا پر ۲۳ رمضان کے جمعہ کو اعلان کیا گیا کہ لوگ ایک روزہ قضا رکھیں اور بہرحال میں عید جمعہ سے متجاوز نہ ہوگی، جمعرات کو ۲۹ رمضان تھی باوجود صاف ہونے مطلع کے اور کمال کوشش کے چاند نہیں دکھائی دیا حالانکہ قصبہ نے مولوی صاحب کے خط پر استدلال کرکے جمعہ کو عید کا حکم دے دیا، آیا مولوی صاحب کا خط شرعاً قابلِ پابندی ہے اور اس کی بنا پر باوجود عدمِ رویت حکم فطر کا صحیح یا غلط ہے اور ہم لوگوں کو اب کیا کرنا چاہئے؟ بینوا رحمکم اللہ تعالٰی بالکتاب (اللہ تعالٰی آپ پر رحم کرے کتاب اللہ سے بیان کیجئے۔ ت) جواب تفصیلاً مع عباراتِ کتب مرحمت ہو اور حمایت فرمائی جائے۔

الجواب

دربارہ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1]

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو (ت)

ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہا عامہ کتب میں ہے: الخط لایعمل بہ[2] (خط پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ت)

دیوبند والوں کے پاس بہرائچ کے آدمیوں نے اگر یہ بیان کیا کہ وہاں چاند ہُوا یا یہی کہا کہ بہت لوگوں نے دیکھا اور اپنی روایت کی شہادت نہ دی یا دی اور اُن میں کوئی شخص قابلِ قبول شرع نہ تھا جب تو دیوبندیوں کا وہ حکم ہی سرے سے باطل تھا، اور ایسا نہ بھی ہو تو اس قصبہ والوں کو اس کے خط پر عمل حرام تھا کہ اول تو خط دربارہ ہلال خود ہی مردود، دوسرے وہ بھی ایک ایسے فرقے کا جس کا پیشہ توہینِ خدا و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بہرحال گناہ ہُوا اور توبہ لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از بلندشہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئولہ محمد محفوظ الحق قادری ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزرگئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہُوا اس کے متعلق فتوٰی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] درمختار باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۴

الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸

پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد تھا؟ بینوا توجروا

الجواب

وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دئے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا۔ بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲ تا ۱۸۴: از راجپوتانہ چتوڑ گڑھ عبدالکریم ۱۰ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان عبارات کی بنا پر

قال فی العیون والفتوٰی علی قولھما اذا تیقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء او الرؤیۃ او الشھادۃ فی الصك وان لم یکن الصك فی ید الشاھد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجہ فاذا تیقن ذٰلك جاز الاعتماد علیہ توسعۃ علی الناس[1]۔

عیون میں ہے فتوٰی اس وقت صاحبین کے قول پر ہے جب یہ یقین ہو کہ فلاں کا خط ہے خواہ قضاء کا معاملہ ہو یا رؤیت وشہادتِ اشٹام کا، اگرچہ اشٹام گواہ کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ غلط ہونا نادر الوقوع ہے اور تبدیلی پر اطلاع ممکن ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تحریر دوسری تحریر کے کلیۃً مشابہ ہو تو جب اسے خط کا یقین ہو تو لوگوں پر آسانی کی خاطر اس پر اعتماد جائز ہے (ت)

اور اماخط البیاع والصراف والسمسار فھو حجۃ وان لم یکن مصدرا معنونا یعرف ظاھرا بین الناس وکذٰلك مایکتب الناس فیما بینھم یجب ان یکون حجۃ للعرف[2]۔

عام خرید وفروخت کرنے والے، سونے چاندی کا سودا کرنے والے اور دلال کا خط تمہید، تقریر اور عنوان کے بغیر بھی حجت ہے جو لوگوں میں واضح طور پر معروف ہیں اور یونہی لوگوں کی آپس کی خط وکتابت عرف کی بناء پر حجت ہونا واجب ہے۔ (ت)

---

[1] غمز العیون البصائر مع الاشباہ کتاب القضاء والشہادات الخ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸
ردالمحتار باب کتاب القاضی الی القاضی الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۹۳

[2] " " " " " ۴/ ۳۹۲

فتوٰی دیا جاسکتا ہے کہ رؤیت ہلال کی شہادت کے لیے کسی عزیز کا خط جو اس کی طرز عبارت اور رات دن کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرور اسی کا خط ہے معتبر ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر کسی دینی معاملہ میں خط معتبر نہ ہوگا جو علماء دُور دراز سے فتوٰی تحریر کرتے ہیں اس پر کیسے اعتماد ہو ؟

(۳) بالخصوص رمضان شریف کے چاند کے لیے بجائے شہادت کے صرف خبر ہی کافی ہے اس کے لیے بھی خط معتبر ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لیے (جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمام کتب میں تصریح ہے :

الخط لایعمل بہ، الخط یشبہ الخط ، الخاتم یشبہ الخاتم[1]

خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ خط، خط کے مشابہ اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت)

بیاع وصراف وعشی کے خطوط بالاجماع مستثنٰی ہیں علی خلاف القیاس لضرورۃ الناس وماکان خلاف القیاس لایجوز القیاس علیہ، مکاتبات ناس فیما بینھم (لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر خلاف قیاس حجت ہیں اور جو خلافِ قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ، لوگوں کی آپس کی خط وکتابت اور چیز ہے۔ ت) دوسری چیز ہے امر حلال فیما بینھم و بین ربھم (ان کے اور ان کے رب کے درمیان معاملہ ہے۔ ت) متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب معتمدہ مذہب دیکھ لیے جائیں جہاں یہ گنتی کے استثنا وہ بھی بہت مباحث کے ساتھ کرتے ہیں کہیں بھی ہلال کا استثنا ہے تو اپنی طرف سے زیادت فی الشرع کیونکر جائز ہوئی ، قاضی الشرق والغرب نے شاہد کے اپنے خط کا استثنا فرمایا جس کے ساتھ سو وجوہ مذکور ہوسکتی ہیں اور اپنے خط کا اشتباہ بغایت بعید ہے انھوں نے بھی کہیں ہلال میں خط کا اعتبار فرمایا ، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ امدہ لرؤیتہ[2] (اللہ تعالٰی نے اس کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں :

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[3]

چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر ۱/۳۳۸ و الہدایۃ کتاب الشہادۃ ۳/۱۵۷ و فتاوٰی ہندیہ ۳/۳۸۱

[2] سنن الدارقطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۲

[3] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

تمام کتب میں تصریح ہے کہ خود رؤیت ہو یا دوسری جگہ کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہو اور ان طرق موجبہ کی بھی تفصیل فرماتے ہیں کہ شہادت ہو یا شہادۃ علی الشہادۃ یا شہادۃ علی الحکم یا استفاضہ مع التحقیق مجرد حکایت اگرچہ متعدد ثقات عدول کریں تصریح ہے کہ مقبول نہیں، حتی کہ ہلال رمضان میں لفظ اشھد کی حاجت نہیں پھر خط کہ حکایت مجردہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اکثر اوقات اسکے برابر بھی نہیں ہوسکتا جیسے ڈاک کا خط کہ وسائط مجاہیل بلکہ اکثر بذریعہ کفار آتا ہے کیونکر کوئی چیز ہوسکتا ہے والتفصیل فی رسائلنا (اور تفصیل ہمارے رسالوں میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۹۳ از رائے پور سی پی محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) رؤیت ہلال کے بارے میں تار اور خط کی خبریں معتبر ہیں یا نہیں؟

(۲) جہاں چاند ۲۹ کو نظر نہ آئے وہاں چاند کی رؤیت امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کن کن ذرائع سے ثابت ہوسکتی ہے؟

(۳) اخباروں کے اندر جو لفظ تاریخ ماہ لکھی ہوتی ہے مثلاً ۲۹ شعبان یا ۱۵ رمضان یا ۴ ذی الحجہ، اور رؤیت ہلال کا ذکر نہیں ہوتا تو فقط تاریخ لکھ دینے سے وہاں جہاں ۲۹ کو رؤیت نہ ہوئی اُس ماہ کے ہلال کی رؤیت ثابت ہوسکتی ہے۔

(۴) یہ جو فقہاء نے فرمایا کہ ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پُورے کرنا چاہئیں تو رمضان اور عید الفطر کے ساتھ خاص یا سب ماہ کے لئے ہے۔

(۵) جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا یا عید کرنا یا کسی دیگر ماہ کی تاریخ مقرر کرنا درست ہے۔

(۶) شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے اور افواہ ہو کہ چاند ہوگیا لیکن شہادت دینے والا نہ ملے تو شب کو تراویح مع جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور صبح کو روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

(۷) یہ جو مشہور ہے کہ رجب کی چوتھی جس دن کی ہوتی ہے اُسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے اور جو شوال کی پہلی ہوتی ہے اُسی روز عاشورہ ہوتا ہے یہ معتبر ہے یا نہیں؟

(۸) اگر کسی جگہ سے ایک یا دو آدمی آکر فقط اتنا کہیں کہ ہمارے شہر فلاں دن عید ہے اور چاند کی رؤیت کا ذکر نہ کریں نہ اپنا نہ دُوسروں کا، تو ان کی اس خبر پر اس شہر والے عید کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۹) اگر متواتر یا تین ماہ میں رؤیت کے دن ابر ہوجائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ کا اور ایک ماہ تیس کا لے کر عید لوگ اپنی رائے سے مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر یُونہی مقرر کرکے عید کرلی تو نماز ہُوئی یا نہیں؟ اور اگر اکثر شہر کے لوگوں نے یوُنہی عید کی اور سو پچاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی تو حق پر

کون ہے، کثیر یا قلیل ؟

الجواب

(۱) رؤیت ہلال میں تار اور خط اصلاً معتبر نہیں، تار کی حالت تو خط سے بھی نہایت ردی ہے کہ وہ نہ مرسل کے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے نہ اُس پر اُس کے دستخط ہوتے ہیں نہ اُس کی مُہر ہوسکتی ہے اور ذرائع وصول مجاہیل بلکہ اکثر کفار ہوتے ہیں اور خط ان سب وجوہ سے اُس پر فائق ہوسکتا ہے بااین ہمہ تمام کتبِ مذہب میں تصریح ہے کہ خط کا اعتبار نہیں، نہ اس پر عمل ہوسکے کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کی مثل بن سکتی ہے۔ اشباہ میں ہے :

لایعتمد علی الخط و لا یعمل بہ[1]۔ خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے گا اور نہ ہی عمل۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

الخط یشبہ الخط فلا یحصل العلم[2]۔ تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے تو اس سے علم یقینی حاصل نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

الکتاب قد یزور و یفتعل و الخط یشبہ الخط و الخاتم یشبہ الخاتم[3]۔ تحریر میں جھوٹ اور جعلسازی ہوسکتی ہے۔ خط خط کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پُوری تفصیل ہمارے رسالہ ازکی الھلال بابطال مااحدث الناس فی امر الھلال میں ہے۔

(۲) ثبوتِ ہلال کے لیے ضرور ہے کہ یا تو رؤیت پر عینی شہادت ہو یا عینی شاہدوں نے جن شاہدوں کو حسبِ شرائطِ شرعیہ اپنی شہادت کا حامل کیا ہو اُن کی شہادت شہادت پر ہو یا حاکمِ شرعی کے حکمِ شرعی پر شہادت بروجہ شرعی ہو یا شرائط معتبرۂ فقیہہ کے ساتھ کتاب القاضی الی القاضی ہو یا جس شہر میں قاضی شرع ہو اور اس کے حکم سے وہاں روزہ و عید ہُوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکمِ شرع کا حکم بیان کریں، اور ان میں سے کچھ نہ ہو تو اخیر درجہ تیس کی گنتی پُوری کرنا ہے یعنی جب اگلے مہینہ کی رؤیت ہولی یا کافی ثبوتِ شرعی سے ثابت ہُوئی اور اس مہینے میں ۲۹ کو رؤیت نہ ہُوئی تو تیس دن پُورے ہوکر ہلال خواہی نخواہی ہوگا کہ شرعی مہینہ تیس سے زائد نہیں ہوسکتا، ان طریقوں اور ان کی شرائط کا مفصل اور مدلّل بیان ہمارے رسالہ

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸

[2] ہدایہ کتاب الشہادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

طرقِ اثباتِ ہلال میں ہے۔

(۳) اخباروں کا صرف تاریخ لکھنا تو کوئی چیز نہیں، اخباروں میں اگر رؤیت کی خبر چھپے تو وہ بھی محض نامعتبر ہے کہ نہ شہادت علی الرؤیۃ ہے نہ شہادت علی الشہادۃ، نہ شہادت علی الحکم، پھر اخبار نہیں مگر ایک خط اور اُوپر گزرا کہ ان امور میں خط اصلاً معتبر نہیں، خصوصاً اخباری دُنیا کہ بے سروپا اُڑانے میں ضرب المثل ہے۔

(۴) یہ حکم بارہ مہینے کے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار دسوں انگشتانِ مبارک تین دفعہ اٹھا کر فرمایا: الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[1] مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے، یعنی تیس[۳۰] دن کا۔ اور ایک بار دسوں انگشت مبارک تین دفعہ اٹھائیں مگر اخیر میں ایک انگشت مبارک بند فرما کر فرمایا: الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[2] مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے، یعنی ۲۹ دن کا۔ تو کوئی قمری عربی مہینہ کہ یہی شریعتِ مطہرہ میں معتبر ہیں نہ ۲۹ دن سے کم ہوسکتا ہے نہ تیس[۳۰] سے زائد، جس مہینے کی رؤیت کافی ثبوتِ شرعی سے ثابت ہو اور اس کی ۲۹ کو رؤیت نہ ہو تو ۳۰ پورے کرکے خواہی نخواہی دوسرے مہینے کا ہلال ہے۔

(۵) شریعتِ مطہرہ میں جنتری کا حساب اصلاً معتبر نہیں، درمختار میں ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب[3] (اہلِ توقیت کا قول سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب[4] (ہم بظاہر ان پڑھ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ ت) یہ ان کے بارے میں ہے جو واقعی ہیئت داں تھے، نہ کہ آج کل کے جنتری والے جنھیں ہیئت کی ہوا بھی نہیں لگی، بڑے بڑے نامی جنتری دانوں کی نہایت واضح تقاویم شمسیہ میں وہ اغلاطِ فاحشہ دیکھے ہیں کہ مدہوش کے سوا دوسرے سے متوقع نہیں تا بہ حسابِ ہلال چہ رسد حسابِ ہلال وہ دشوار چیز ہے جہاں اہلِ ہیئت کے مسلم امام بطلیموس نے گھٹنے ٹیک دئے مجسطی میں ظہور وخفائے کواکب وثوابت تک کے لیے باب وضع کیا اور ظہورِ ہلال کو ہاتھ نہ لگایا۔

(۶) ایسی صورت میں نہ شب کو تراویح پڑھنی جائز، نہ صبح کو روزہ رمضان رکھنا حلال، اما الثانی فللحدیث واما الاول فللتداعی فی النفل (دوسرا حدیث کی وجہ سے اور پہلا نفل کی طرف تداعی کی وجہ سے منع ہے۔ ت) بلکہ اگر جماعت نہ کریں اکیلے ہی اکیلے بیس رکعتیں پڑھیں اور تراویح کی نیت کریں جب بھی شرع مطہر

---

[1] صحیح بخاری | باب اذا رأیتموا الھلال فصوموا | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۵۶
[2] " " | " " " | " " | ۱/۲۵۶
[3] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۸
[4] صحیح بخاری | باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانکتب الخ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۵۶
سنن ابی داود | باب الشھر یکون تسع وعشرین | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۳۱۷

پر زیادت کرنے والے ہوں گے کہ تراویح شرع مطہر نے شب ہائے رمضان میں رکھی ہیں اور یہ رات اُن کے لیے شبِ رمضان نہیں۔

(۷) یہ محض بے اصل ہے اور تجربہ بھی اس کے خلاف پر شاہد، اور اس پر اعتماد شرعاً ہرگز جائز نہیں، والمسئلة فی البزازیة وخزانة المفتین وغیرھما (یہ مسئلہ بزازیہ اور خزانۃ المفتین وغیرہ میں ہے۔ ت) تمام قیاسات وحسابات وقرائن کہ عوام میں مشہور ہیں شرعاً باطل و مہجور ہیں صرف انہی طریقوں پر اعتماد جائز ہے جو جوابِ سوال دوم میں گزرے اور ہمارے رسالہ طرق اثبات ہلال میں مفصل مذکور ہیں وبس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۸) فقط اتنی خبر پر عید کرنا حرام ہے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و عالمگیری میں ہے:

لوشھد جماعة ان اھل بلدة قد راؤا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولایترك التراویح فی ھذہ اللیلة لانھم لم یشھدوا بالرؤیة ولا علی شھادة غیرھم وانما حکوا رؤیة غیرھم[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی جماعت نے گواہی دی کہ فلاں اہلِ شہر نے تم سے پہلے ایک دن رمضان کا چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا، ان کے حساب سے آج کا دن تیسواں ہے جبکہ خود ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تھا تو ان کو آئندہ دن کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں اور نہ ہی اس رات کی تراویح کو ترک کرنا مباح ہوگا کیونکہ گواہوں نے چاند کی رؤیت پر گواہی نہیں، اور نہ ہی غیر کی شہادت پر گواہی ہے بلکہ اُنھوں نے صرف غیر کی رؤیت حکایت کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۹) جب تک رؤیت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو ہر مہینہ تیس کا لیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین[۲]۔

چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پُوری کرو (ت)

یہ قاعدہ کہ ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا محض باطل ہے جس کے بطلان پر مشاہدہ شاہد عادل ہے کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ کے ہو جاتے ہیں اور کئی کئی ۲۹ کے، اور علمِ ہیئت کی رُو سے ۴ مہینے پے در پے ۳۰ کے ہوسکتے ہیں اور تین ۲۹ کے،

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۹

[۲] سنن دار قطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۱۶۲

كما هو مصرح به في الزيجات القديمة والجديدة وشروحها واحالوه على التجربة والاستقراء ومنهم من تكلف بيانه بالاستدلال ولم يتم۔

جیسا کہ قدیم وجدید زائچوں اور ان کی شروح میں اس پر تصریح ہے اور انھوں نے اسے تجربہ اور تتبع کے سپرد کردیا ہے بعض نے استدلال کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ (ت)

شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں۔ ثبوت شرعی سے اگر ۴ مہینے لگاتار ۲۹ کے ہوں تو مانے جائیں گے، اور مثلاً چھ مہینے متواتر روزِ ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشك (کیونکہ ثابت شدہ شیئ کا زوال شک سے نہیں ہوتا۔ ت) جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا لے کر عید کرلی اُن کی وہ عید اور نماز سب باطل ہُوئی اور ان پر چار گناہ رہے:

اوّل گناہ عظیم روزہ رمضان کا عمداً ترک کہ وہ اُن کے لیے رمضان تھا۔

دوم نفل کا بجماعت کثیرہ پڑھنا کہ وہ نمازِ عید کہ اُنھوں نے پڑھی نمازِ عید نہ تھی نافلہ محضہ ہُوئی اور نفل کا جماعت کثیر کرکے پڑھنا گناہ۔

سوم واجب نمازِ عید کا ترک کہ دُوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی۔

چہارم شریعت میں دل سے نیا حکم گھڑنے کا وبال شدید سب سے علاوہ، اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ جس دن انھوں نے نماز پڑھی واقعی اُسی دن عید تھی، اگرچہ وہ سارا شہر ہو، اور جنھوں نے تیس تیس کی گنتی پُوری کرکے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہُوئی اور وہ ان سب گناہوں سے بچے، اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے تھی اگرچہ صرف یہ دو ہی شخص ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: از کڑہ مرسلہ حافظ جعفو خاں ۲۹ شعبان ۱۳۰۰ھ

بعد سلام مسنون کے گزارش یہ ہے تراویح اور روزہ کے بارے میں کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے کیفیت یہ ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گردونواح بنارس کے حساب سے آج تاریخ ۳۰ ہے، مولوی صاحب تشریف بنارس لائے ہیں۔ مولوی محمد احسان کریم صاحب کا یہ بیان ہے کہ بچشم خود چاند شعبان کا دیکھا اُس کے حساب سے آج تیس ہے۔ حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان ہے دو شخصوں معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا دیکھنا اُس کے حساب سے آج ۳۰ شعبان ہے، اور مولوی محمد شکر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ چند صاحبان معتبر نے چاند شعبان کا دیکھنا بیان کیا اور میں بنارس میں موجود تھا۔

الجواب

بعد ازما ہو المسنون، مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گردونواح بنارس کے حساب سے

آج تیس ۳۰ ہے مجرد حکایت ہے کہ شرعاً مقبول نہیں۔

فی الدر المختار لا لوشھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ۔[1]

در مختار میں ہے اگر غیر کے دیکھنے پر گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ حکایت ہے (ت)

مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں اور ہلال شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں۔

فی رد المحتار وبقیۃ الاشھر التسعۃ فلا یقبل فیھا الاشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدود ین کما فی سائر الاحکام۔[2]

ردالمحتار میں ہے باقی نو مہینوں کے ثبوت کے لیے ایک کی گواہی معتبر نہیں بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین جو عادل، آزاد ہوں اور حدِ قذف ان پر نافذ نہ ہوئی ہو جیسا کہ دیگر احکام میں ہے۔ (ت)

حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص،

فی رد المحتار لاتقبل مالم یشھد علی شھادۃ کل رجل رجلان او رجل وامرأتان۔[3]

ردالمحتار میں ہے اس وقت تک شہادت پر شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک ایک شخص کی شہادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو خواتین شہادت نہ دیں (ت)

بالجملہ ان بیانوں میں ایک بھی قابلِ اعتبار شرعی نہیں اور حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہوسکتا، نہ مجرد خیالات پر۔ مطلع شعبان کا نہایت صاف تھا اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے کسی کو نظر نہ آیا، اب اگرچہ عنداللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ شام کو مطلع بالکل صاف تھا سب لوگوں نے چاند پر غور کیا رؤیت نہ ہوئی مگر ایک پیر صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ جمعہ کو یکم رمضان ہوگی اُن کے معتقدین نے بلا رؤیت جمعہ سے روزہ رکھ لیا اب ایک صاحب کہ شاید بغداد شریف کے ہیں یہاں آئے اُن پیر صاحب نے انھیں پیش کیا اپنی پیشگوئی کی تصدیق کے لیے انھوں نے اپنی رؤیت

---

[1] در مختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار | ؍؍ | مصطفی البابی مصر | ۲/۱۰۳

[3] ؍؍ | ؍؍ | ؍؍ | ۲/۹۹

شہر سوئز میں شام پنجشنبہ کی بیان کی، پھر اُسی جلسہ میں دوسرا شخص کھڑا ہُوا کہ میں نے اور بہت آدمیوں نے امرتسر میں شام پنجشنبہ کو دیکھا، یونہی تیسرے شخص نے کہ وہ بھی کہیں سے آیا ہے اُس جلسہ سے جُدا اپنی رؤیت بیان کی مگر یہ سب لوگ اُن پیر صاحب کے موافقین میں اس صورت میں رمضان شریف کی پہلی بروز جمعہ قرار پائیگی اور روزہ جمعہ کا کلکتہ والوں اور دوسرے ہندوستان پر فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ پیشگوئی اور بلارؤیت اس پر عمل کرنے والے سب گنہگار ہُوئے اگرچہ اب کیسے ہی قطعی ثبوت سے یکم جمعہ کی ثابت ہوجائے کہ جس وقت انھوں نے حکم دیا اور عمل کیا تھا اُس وقت تو ثبوت شرعی نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو۔ ت) دوسری حدیث میں ہے:

لاتقدموا الشھر حتی تروا الھلال وتکملوا العدۃ[2] الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی۔

چاند دیکھنے سے پہلے مہینے کو شروع نہ کرو بلکہ گنتی پوری کرو، الحدیث، اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے (ت)

جب صوم شک کے لیے ہے قد عصی ابا القاسم محمدا[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ تو باوصف صفائی مطلع رؤیت نہ ہونے پر رمضان بنا لینا کیسی سخت بیباکی و نافرمانی تھی، رہا ان گواہیوں کا حال مذہب مشہور ومختار متون ومصحح کبار ائمہ پر تو یہ شہادت محض مہمل ونامسموع ہیں کہ بحالت صفائی مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا جمع عظیم چاہئے، اور جبکہ مسلمین نے تلاش ہلال میں تقصیر و تکاسل کو راہ نہ دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی اب یہاں مشاہد ہے تو ایسی جگہ اُس روایت پر عمل کی بھی ضرورت تحقق نہیں کہ دو کافی ہیں۔

فی الدر المختار قیل بلاعلۃ جمع عظیم لیقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر

درمختار میں ہے کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے تاکہ ان کی خبر سے یقین حاصل ہوجائے اور مذہب کے مطابق یہاں جماعت

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] سنن ابی داؤد باب اذا اغمی الشہر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۸

[3] صحیح البخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

2 بعد دعلی المذھب وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر[1] اھ ملخصا فی رد المحتار قولہ وھو مفوض قال فی السراج الصحیح انہ مفوض الی رأی الامام ان وقع فی قلبہ صحۃ ماشھدوا بہ وکثرۃ الشھود امر بالصوم اھ وکذا صححہ فی المواھب وتبعہ الشرنبلالی وفی البحر عن الفتح والحق ان العبرۃ بمجیئ الخبر وتواترہ من کل جانب اھ وفی النھر انہ موافق لما صححہ فی السراج تامل، قولہ واختارہ فی البحر حیث قال وینبغی العمل علی ھذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن تراءی الاھلۃ فانتفی قولھم مع توجھھم طالبین لما توجہ ھو الیہ فکان التفرد غیر ظاھر فی الغلط[2] الخ اھ ملخصا

کی تعداد کا کوئی تعین نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے اور امام سے یہ بھی مروی ہے کہ دو گواہ کافی ہیں، بحر میں اسے اختیار کیا گیا ہے اھ ملخصاً۔ ردالمحتار میں قولہ مفوض، سراج میں ہے کہ یہی صحیح ہے کہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے کہ اگر گواہی اور کثرتِ شہود کی بنا پر اس کے دل میں اس کی صحت کا یقین ہوجائے تو وہ روزے کا حکم دے اھ مواہب میں اسی کی تصحیح کی ہے اور اسی کی اتباع شرنبلالی نے کی ہے، اور بحر میں فتح سے ہے کہ حق یہ ہے کہ ہر جانب سے خبر کے آنے اور تواتر سے اس کے ثبوت کا اعتبار ہے اھ اور نہر میں ہے کہ یہ اسی کے موافق ہے جس کی تصحیح سراج میں ہے تامل، قولہ بحر نے اسی کو اختیار کیا ہے، عبارتِ بحر یہ ہے ہمارے زمانے میں اس روایت پر عمل ہونا چاہئے، کیونکہ لوگ چاند دیکھنے میں سستی کرتے ہیں، تو اس سے فقہار کا ایک شخص کے دیکھنے اور اس کی خبر کو رد کرنے کے متعلق یہ قول کہ کثیر لوگوں کی طلب وتلاش کے باوجود وہاں ایک شخص کو نظر آتا ہے تو اس ایک کی خبر کا غلط ہونا غیر ظاہر ہے، ختم ہوجاتا ہے الخ اھ ملخصاً (ت)

مگر راجح یہ ہے کہ جب شاہد میں کوئی خصوصیت خاصہ ایسی ہو جس سے اُس کا دیکھنا اوراوروں کو نظر نہ آنا مستبعد نہ رہے، مثلاً عام لوگ شہر میں تھے اس نے جنگل میں دیکھا یا وہ زمین پر تھے اس نے بلندی پر دیکھا تو دربارہ ہلال رمضان المبارک ایسے ایک کی بھی گواہی مقبول ہوگی جبکہ وہ شرعاً قابلِ قبول شہادت ہو،

فی الدرالمختار وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او

درمختار میں ہے اور الاقضیۃ میں صحیح قرار دیا ہے کہ ایک کی گواہی پر اکتفاء کرلیا جائے

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱۴۸/۱
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱۰۱/۲

کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین۔[1] جب وہ خارج شہر سے آیا ہو یا وُہ کسی بلند جگہ پر ہو اسے ظہیر الدین نے پسند کیا ہے (ت)

صورتِ مستفسرہ میں شاہد بغدادی میں خصوصیت مذکورہ تو بیشک ہے کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایک تو آبادی سے دور، دوسرے دریا کہ اُس کی ہوا گرد وغبار و دُخان سے صاف تر ہوتی ہے، پھر کلکتہ کا طول بلد نہر سویز سے اتنا زائد کہ کلکتہ میں پہر بھر رات سے زائد گزر لیتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے، اس مدت میں چاند آفتاب سے اور زیادہ ہٹ آئے گا اور رؤیت آسان تر ہوگی بلکہ بہ وجہ گواہ امرتسری میں ہے کہ اقل درجہ بہتر میل کے تفاوت طول پر ایسا فرق ممکن ہے،

کما اعتمد علیہ التاج التبریزی الشامی عن شرح المنھاج للرملی۔ جیسا کہ اس پر تاج تبریزی شامی نے رملی کی شرح منہاج سے نقل کرتے ہوئے اعتماد کیا ہے (ت)

بس یہ دیکھنا رہا کہ یہ گواہ خود بھی مقبول الشہادۃ ہیں یا نہیں، اگر خصوصیت مذکورہ کے ساتھ ایک گواہ بھی مستور الحال تک ہے یعنی اس کے وضع لباس حرفت معیشت کلام وغیرہ سے اُس کا مرتکب کبیرہ یا مصر صغیرہ یا خفیف الحرکات ہونا ظاہر نہیں، نہ کسی دوسرے طریقہ سے اس میں یہ امور معلوم تو از انجا کہ ہلال رمضان مبارک میں مستور کی گواہی بھی مقبول ہے،

کما نص علیہ الامام ابو عبد اللہ الحاکم الشہید فی الکافی۔ جیسا کہ اس پر امام ابو عبد اللہ الحاکم شہید نے الکافی میں تصریح کی ہے (ت)

اُس کی شہادت مان کر روزۂ جمعہ کی قضاء کی جائے گی مگر جبکہ گواہ کی حالت اور پیر مسطور سے اُس کی شدت عقیدت پر نظر کرنے سے وہ اس کی بات سچی بنانے پر متہم ٹھہرتا ہو جیسا کہ آجکل بہت لاأبالی لوگوں کا اپنے ساختہ مشائخ کے ساتھ حال ہے تو البتہ اس کی گواہی نہ سُنی جائے گی کہ تہمت بھی اسبابِ ردِّ شہادت سے ہے،

فی الدر المختار امیر کبیر ادعی فشھد لہ عمالہ وتوابعہ ورعایاھم لاتقبل[2] اھ قال العلامۃ الرملی یؤخذ منہ ان شہادۃ خدامہ الملازمین لہ ملازمۃ کملازمۃ العبد لمولاہ کذلک لاتقبل وھو ظاھر درمختار میں ہے کسی بڑے امیر نے دعوٰی کیا اس کے عمال، نائبین اور رعایا اس پر گواہی دیں تو یہ مقبول نہ ہوگی اھ علامہ رملی کہتے ہیں کہ اس سے متفرع ہوجاتا ہے کہ اس کے خدام ملازمین کی گواہی اسی طرح ہے جیسے غلام کی گواہی اس کے مولٰی کے حق میں ہو تو وہ بھی مقبول

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸
[2] درمختار باب القبول و عدمہ " ۲/۹۴

لاسیما فی زماننا[1] اھ وفیه ایضا عن الدر لاتقبل شهادة الاجیر الخاص اوالخادم اوالتابع اوالتلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسه در ر[2] اھ ملتقطا وانت تعلم ان حال کثیر من عوام الزمان مع من شیخوہ علیهم ربما یبلغ اشد واکثر من حال النواب والامیر والمستاجر والاجیر فحیث وجد التهمة عدم القبول والحکم یدور مع علته۔

نہیں اور یہی ظاہر ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں اھ اور اسی درمیں یہ بھی ہے کہ اجیر خاص یا خادم یا تابع یا وہ شاگرد جو استاد کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے، کی گواہی مقبول نہیں درر اھ اختصاراً، اور آپ جانتے ہیں کہ اس دور میں عوام کے ان لوگوں کے ساتھ جنھیں یہ اپنے شیخ بناتے ہیں بعض اوقات نواب، امیر اور مستاجر اور اجیر سے زیادہ شدید ہوتے ہیں تو مقامِ تہمت میں گواہی مقبول نہ ہوگی، اور حکم کا وُرود اس کی علت پر ہوتا ہے۔ (ت)

یُونہی اگر سب گواہ ظاہر الفسق ہیں مثلاً وُہ لوگ کہ جماعت کے پابند نہیں یا ناجائز تماشا دیکھا کرتے یا حرام نوکری یا پیشہ رکھتے یا داڑھی حدِ شرع سے کم رکھواتے یا ریشمیں کپڑے یا سونے چاندی کے ناجائز لباس یا زیور پہنا کرتے یا ضروریاتِ دین سے غافل بے علم جاہل ہیں کہ نماز، روزہ، وضو، غسل کے فرائض وشرائط ومفسدات سے آگاہ نہیں یا تجارت کرتے ہیں اور بیع وشراء کے ضروری احکام نہ سیکھے وعلٰی ہذا القیاس جن مسائل کی ضرورت پڑے اُن کی تعلیم سے باز رہنے والے کہ یہ سب فسّاق مردود الشہادۃ ہیں تو ایسوں کی گواہی تو شرع مطہر میں اصلاً معتبر نہیں،

فی الدرالمختار لاتقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك مایجب تعلمه شرعا ومجازف فی کلامه اویحلف فیه کثیرا او اعتاد شتم اولادہ اوغیرهم لانه معصیة کبیرة کترك جماعة وخروج لفرجة قدوم امیر ولبس حریر[3] اھ بالتقاط وفیه سئل القاضی عما یجب علیه من الفرائض فان لم یعرفها

درمختار میں ہے جاہل شخص جو ضروری علم شرعی کے ترک، گپ بازی، زیادہ قسمیں کھانے کی عادت، اپنی اولاد اور غیر کو گالی دینے کی عادت جیسے گناہ کبیرہ، ترکِ جماعت، کسی حاکم کے آنے کی خوشی منانے اور ریشم پہننے جیسے امور کی وجہ سے فاسق شخص کی شہادت قبول نہ ہوگی اھ اختصاراً اور اسی میں ہے کہ قاضی کا ان چیزوں کے بارے میں امتحان لیاجائے گا جن سے اس کا

---

[1] منحۃ الخالق علی البحرالرائق بحوالہ الرملی باب من تقبل شہادتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۹۶

[2] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

[3] " " " "

ثبت فسقه لما فی المجتبٰی من ترك الاشتغال بالفقة لا تقبل شهادته والمراد ما یجب علیه تعلمه منه نهر[1]۔

آگاہ ہونا لازم ہے، اگر وہ ان سے آگاہ نہ ہُوا تو فاسق ہوگا کیونکہ مجتبٰی میں ہے کہ جس نے فقہ میں دلچسپی نہ لی اس کی گواہی قبول نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس فقہ کی تعلیم ضروری تھی اگر اسے ترک کردیا تو پھر گواہی مقبول نہ ہوگی نہر۔ (ت)

پھر جس صورت میں کہ وُہ گواہی مقبول ہوگی اس کا اثر کلکتہ پر ہوگا نہ دیگر بلادِ ہند پر جب تک وہاں بھی یہ شہادت وثبوت بروجہ شرعی نہ پہنچے خالی خط وحکایت سے کچھ نہیں ہوتا۔

فی الدر المختار یلزم اھل المشرق برؤیة اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیة اولٰئك بطریق موجب[2] وفی ردالمحتار بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادة اویشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبران اھل بلدة کذا راؤہ لانه حکایة[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی وجہ سے لزوم ہوگا بشرطیکہ ان کی رؤیت بطریق موجب ثابت ہُوئی ہو۔ ردالمحتار میں طریق موجب کا معنی یوں بیان ہُوا ہے کہ دو آدمی گواہی دیں یا قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر خوب مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب وُہ یہ خبر دیں کہ فلاں شہر کے لوگوں نے چاند دیکھا کیونکہ یہ حکایت ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۶: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کرلینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کرلینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پُورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اُس وقت کھولو۔

قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی الیل[4]۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔ (ت)

---

[1] درمختار

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[3] ردالمحتار ؍؍ مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۵

[4] القرآن ۲/۱۸۷

درمختار میں ہے:

لاعبرۃ برؤیۃ الھلال نھارا مطلقا علی مذھب الامام الصحیح المعتمد، واما علی قول الثانی من انہ ان رأی قبل الزوال فللماضیۃ[1]، فلیس الافطار بمعنی نھار الصوم بل لثبوت العید عندہ بذلک ولیس ھذا معنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ والا یوجب الصوم بمجرد رؤیۃ الھلال بعد المغرب وھذا واضح جدا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (ابو یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا تو اب افطار کا یہ معنٰی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمان مبارک "چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو" کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہوجائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت رؤیت ہلال ماہ رمضان المبارک ہندوستان میں اختلاف ہے بذریعہ اخبار و دیگر تحریر معلوم ہوا کہ کلکتہ و دیگر جا میں رؤیت بروز دوشنبہ اور روزہ بروز سہ شنبہ ہوا و دیگر بلاد و امصار میں رؤیت بروز سہ شنبہ اور روزہ بروز چہارشنبہ اور بعض جا روز پنجشنبہ ہوا، پس اب فتوٰی علماء کا کیا ہے آیا بحالت عدم رؤیت ہلال شوال کے روزہ رمضان چارشنبہ آئندہ کو ختم کرکے پنجشنبہ کو عید کی جائے یا بروز چہارشنبہ عید ہو؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

ف: درمختار میں جو عبارت ملی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال اوبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب" درمختار میں لاعبرۃ الخ کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

الجواب

واللہ الموفق للصدق والصواب (اللہ تعالٰی ہی صدق وثواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ت)

شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صوم وفطر کو منوط برؤیت فرمایا۔

قال اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] کمافی الصحاح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ابتنائے عدت مجرد اخبارات وخطوط ضائع لتویل واعتماد نہیں، نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلدہ میں فلاں روز چاند ہُوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابل اعتبار، ہاں اگر کسی شہر سے جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہُوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتاخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی فی الدرالمختار شرح تنویر الابصار: نعم لو استفاض الخبرفی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبٰی وغیرہ انتھی وفیہ ایضاان اختلاف المطالع غیرمعتبرعلی ظاھر المذھب وعلیہ اکثرالمشائخ وعلیہ الفتوٰی بحرعن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولٰئک بطریق موجب کمامر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال الاخذ بظاھر الروایۃ

عمدۃ المتاخرین علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالٰی نے درمختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہوجائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائیگا مجتبٰی وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلاف مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اکثر مشائخ کا یہی موقف ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہل مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلاف مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

احوط[1] انتھی (ملخصا) **قلت** وقد ذکروا
ان الفتوی اٰکد من الاشبه وان الفتوی
متی اختلف رجح ظاهر الروایة[2] کما فی
البحر والدر وغیرهما وفی حاشیة رد المحتار
للفاضل السید محمد امین ابن عابدین
الشامی رحمه الله عن الشیخ مصطفی الرحمتی
الانصاری رحمه الله ان معنی الاستفاضة
ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون
کل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم
صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر
علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار
یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم
من اشاعها کما ورد ان فی اٰخر الزمان
یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم
بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لا ندری
من قالها فمثل هذا لا ینبغی ان یسمع
فضلا من ان یثبت به حکم اھ (قال الشامی)
قلت وهو کلام حسن ویشیر الیه قول
الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق
لا یوجد بمجرد الشیوع[3] انتھی۔

کہتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصاً)
قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتوٰی لفظ اشبہ
سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتوٰی میں اختلاف
ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، در
وغیرہ میں ہے، فاضل سید محمد امین ابن عابدین
شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے شیخ مصطفٰی رحمتی انصاری
رحمہ اللہ تعالٰی سے اپنے حاشیہ رد المحتار میں
نقل کیا ہے مشہور ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ اس
شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات
کی اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ
رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں جس کے پھیلانے
والا معلوم نہ ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں
میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم
نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ
آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر
کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے بیان کریں گے اور
کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے،
تو ایسی باتیں سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ
ان سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے
ہیں **قلت** یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور
ذخیرہ کی یہ عبارت بھی اسی طرف اشارہ کررہی ہے کہ جب خبر مشہور اور متحقق ہوجائے، کیونکہ تحقق محض شہرت
اور پھیل جانے سے نہیں ہوتا انتہی (ت)

---

[1] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۹
[2] بحر الرائق — کتاب الرضاع — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۲۲۲
[3] رد المحتار — کتاب الصوم — مصطفی البابی مصر — ۲/۱۰۲

پس ہر شہر میں اپنی رؤیت خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی یکم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کر کے عید کرلیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائی مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہو گیا اور یہی مذہب و مرجح ،

هذا ما تحرر لنا من أقوال متشتتة وكلمات متشوشة، ولنذكر طرفا من كلام الشامى فى هذا المقام ليستبين لك ما لخصته عن الدر[1] قال العلامة الشامى رحمه الله فى الدر وبعد صوم ثلثين بقول عدلين حل الفطر وبقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب خلافا لمحمد كذا ذكره المصنف لكن نقل ابن الكمال عن الذخيرة ان غم هلال الفطر حل اتفاقا وفى الزيلعى الاشبه ان غم حل والا لا انتهى مختصرا، قال الفاضل المحشى قوله حل الفطر اى اتفاقا ان كانت ليلة الحادى والثلثين متغيمة وكذا لو مصحية على ما صححه فى الدراية والخلاصة والبزازية وصحح عدمه فى مجموع النوازل والسيد الامام الاجل ناصر الدين

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی، یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہو جائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصۂ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالٰی نے در میں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے، اور اگر ایک عادل کے قول سے رکھا ہو جبکہ یہ جائز ہو اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے زیلعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتہی اختصاراً۔ فاضل محشی نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابرآلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور سید امام اجل ناصر الدین نے

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

كما فی الامداد و نقل العلامة نوح الاتفاق
علی حل الفطر فی الثانیة ایضا عن
البدائع والسراج والجوهرة قال
والمراد اتفاق ائمتنا الثلثة وما حکی
فیه من الخلاف انما هو لبعض
المشائخ قلت وفی الفیض الفتوی علی
حل الفطر[1] الخ ثم قال قوله لکن الخ استدراك
علی ما ذکره المصنف من ان خلاف
محمد فی اذا غم هلال الفطر بان المصرح
به فی الذخیرة وکذا فی المعراج عن المجتبی
ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف
فیما اذا لم یغم ولم یر الهلال فعندهما لا یحل
الفطر وعند محمد یحل قال شمس الائمة
الحلوانی وحرره الشرنبلالی فی الامداد
قال فی غایة البیان وجه قول محمد وهو
الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء
بل بناء وتبعا[2] الخ ثم قال قوله وفی الزیلعی الخ
نقله لبیان فائدة لم تعلم من کلام
الذخیرة وهی ترجیح عدم الفطر
ان لم یغم شوال لظهور غلط الشاهد لانه
الاشبه من الفاظ الترجیح لکنه مخالف
لما علمته من تصحیح غایة البیان

اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور
علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا ہے
کہ دوسری صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور
کہا کہ یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق
ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف جو منقول ہے تو وہ بعض
مشائخ کا ہے قلت فیض میں ہے فتوٰی عید کے جواز
پر ہے الخ پھر کہا قولہ لکن الخ یہ استدراک ہے اس پر
جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابر آلود ہو تو ہلال فطر کے
بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے، اسی طرح ذخیرہ میں اور
معراج میں مجتبٰی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق
ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے جب موسم ابر آلود
نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین کے نزدیک عید
جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ
شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد میں
نقل کیا کہ غایۃ البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی دلیل
اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداءً
ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناءً ثابت ہوا ہے الخ پھر
فرمایا قولہ وفی الزیلعی الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول
ہے جو کلام ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر شوال
ابر آلود نہ ہو تو عدم افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے
گواہ کا غلط ہونا واضح ہوگا کیونکہ لفظ اشبہ الفاظ ترجیح
میں سے ہے لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو آپ غایۃ البیان

---

[1] رد المحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۲-۱۰۳
[2] " " " ۲/۱۰۳

لقول محمد بالحل، نعم حمل فی الامداد مافی غایۃ البیان علی قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء علی تحقق الخلاف الذی نقلہ المصنف وقد علمت عدمہ وح فما فی غایۃ البیان فی غیر محلہ لانہ ترجیح لما ھو متفق علیہ[1] تامل انتھی ملتقطا، فعلیك بتلطیف القریحۃ فی ھذا الباب کیلا تغفل فیستزلك الاضطراب، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔

کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امداد میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابر آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں ہے، اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتہی ملتقطا اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تاکہ غفلت دُور ہو اور اضطراب ختم ہوجائے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۸: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ مولوی سید شجاعت علی صاحب از شہر کہنہ بریلی

ماقولکم رضی اللہ تعالٰی عنکم اجمعین (اللہ تعالٰی تم سب سے راضی ہو تمہارا قول کیا ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ غیر معتبر ہونا اختلاف المطالع کا جو اس عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب (مطالع کا اختلاف ہمارے مذہب میں معتبر نہیں ہے تو اہلِ مغرب کی رؤیت سے اہلِ مشرق پر حکم لازم ہوگا۔ت) عام ہے، شامل ہے حج واضحیہ کو، یا خاص بصوم یا بفطر ہے اور نیز یلزم کی ضمیر کا مرجع ثبوت ہلال عام ہے، شامل ہر حج واضحیہ کو یا صوم یا فطرہ سے خاص ہے، عام سمجھنا اس کو صواب ہے یا خطا، ایک شہر میں عید الاضحٰی سہ شنبہ کو ہُوئی بموجب رؤیت ہلال وہاں کی، اور دوسرے شہر میں چہارشنبہ کو ہُوئی بموجب رؤیتِ ہلال یہاں کی، اب قربانی کرنا دوسرے شہر والوں کو جمعہ کے آخر تک کہ وہ یوم رابع قربانی کا ہے باعتبار رؤیۃ اول کے، اور یوم ثالث قربانی کا ہے باعتبار ثانی کے، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان کیجئے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ت) فقط

الجواب

علامہ سید حلبی وعلامہ سید طحطاوی وعلامہ سید شامی محشیانِ درمختار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے ضمیر

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۳

یلزم کا مرجع ہلال صوم وفطر کو قرار دیا ،

وھذا عبارۃ الشامی قولہ فیلزم فاعلہ ضمیر یعود الی ثبوت الھلال ای ھلال الصوم او الفطر[1]

شامی کی عبارت یہ ہے قولہ فیلزم فاعلہ ، یہ ضمیر ثبوتِ ہلال کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی رمضان یا عید کا چاند ۔ (ت)

اس قدر چنداں قابلِ انکار نہیں، نہ حج و اضحیہ سے نفی لزوم میں نص ، ہاں علامہ شامی نے تصریح فرمائی کہ کلماتِ ائمہ کرام سے حج میں اختلافِ مطالع کا معتبر ہونا مفہوم اور استظہار کیا کہ اضحیہ میں یہی معتبر ہونا چاہئے اس تقدیر پر اہلِ عید چہارشنبہ کو جمعہ تک قربانی جائز ہوگی اگرچہ منگل والوں کے نزدیک وُہ روزِ چہارم ہو جبکہ مطالع بلدین کا مختلف ہونا وہاں کی رؤیت کو یہاں لازم نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے :

تنبیہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم ، وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ ، والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرھم ھو الرابع عشر[2]

تنبیہ ، کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلافِ مطالع کا حج میں اعتبار ہے تو ان حجاج پر کوئی شیئ لازم نہ ہوگی ، جب یہ ظاہر ہوجائے کہ دوسرے شہر میں چاند ان سے ایک دن پہلے دیکھا گیا ہے ، کیا حجاج کے علاوہ قربانی کے حق میں بھی یہی حکم ہوگا ؟ یہ مسئلہ میرے مطالعہ میں نہیں آیا ، ہاں ظاہراً یہی حکم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اختلافِ مطالع کا اعتبار صوم (روزہ) اس لیے نہیں کیا جاتا کہ اس کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے بخلاف قربانی کے ، تو اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقاتِ نماز کی طرح ہے ، ہر قوم پر ان کے اپنے وقت میں نماز لازم ہوگی تو تیسرے دن کی قربانی کفایت کرجائے گی اگرچہ دوسروں کے اعتبار سے وہ چوتھا دن ہو۔ (ت)

اُن کے خیال کا منشا یہ ہے کہ طلاق ، صلٰوۃ ، زکوٰۃ ، صوم ، نکاح ، عتق ، ایمان ، سیر ، بیع ، اجارہ ، شفعہ ، میراث وغیرہا تمام ابوابِ فقہ میں اختلافِ مطالع بلاشبہہ معتبر ہے ، ہلالِ صوم وفطر میں اصح التصحیحین

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍

پر اُس کا نہ ماننا بربنائے ورودِ نص ہے کہ،

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ [1] چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر افطار کرو۔ (ت)

مگر یہ علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اپنا خیال ہے جس پر انھوں نے کوئی نقل معتمد پیش نہ کی، نہ کلماتِ علماء اُس کی مساعدت کریں، مسئلہ حج کی بناء دفع حرج شدید پر ہے نہ کہ اختلافِ مطالع پر، اور یہاں عدم ورودِ نص ماننا بھی صحیح نہیں، خاص دربارۂ ذی الحجہ بھی حدیث صریح صحیح سے رؤیت پر تعلیق ثابت ہے اور ظاہر سیاق کلام ماتن وشارح رحمہما اللہ تعالٰی رجوع ضمیر مطلق ثبوت ہلال کی طرف جس میں ذی الحجہ بھی داخل ہے نظمِ عبارت یہ ہے:

وھلال الاضحٰی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی، واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب، وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق [2] الخ

عید الاضحٰی اور باقی نو ماہ کا چاند صحیح مذہب پر عید الفطر کی طرح ہے، جو چاند دن کو نظر آئے ہر حال میں صحیح مذہب پر آنے والی رات کا شمار ہوگا، اسے حدادی نے ذکر کیا، ظاہر مذہب کے مطابق اختلافِ مطالع اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا نظر آنا غیر معتبر ہے اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتوٰی ہے، بحر عن الخلاصۃ، لہذا اہلِ مشرق پر لازم ہوگا الخ (ت)

وُہ یہاں احکامِ عامہ کے بیان میں ہیں علی الخصوص اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان وفطر کے تو عند التحقیق اگر دوسری جگہ کی رؤیت بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو اُسی پر عمل واجب ہوگا،

والعبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف یرید ان یأتی بھذا التحقیق الجلیل الشریف ان شاء اللہ تعالٰی فی تحریر منفصل نفیس۔

عبدِ ضعیف اپنے مولٰی لطیف کے چاہتا ہے کہ اس پر مستقل تحریر میں تفصیلاً تحقیق کردی ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

ورنہ بے تحقیق یا توں پر اس نظر وبحث کی اصلاً گنجائش نہیں، شرعاً ہرگز خط پر عمل نہ پرچہ اشتہار کوئی چیز، نہ ایسی مہمل دو ایک تحریروں سے استفاضۂ شرعی حاصل ہوسکے، ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا و ناواقفی اور ایسے

---

[1] صحیح بخاری | باب اذا رأیتم الہلال فصوموا | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۲۵۶

[2] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹

بیہودہ ثبوتوں پر عید کرلینا مسلمانوں کی نماز و قربانی خراب کر دینا اور عرفہ کے روزے تڑوانا سخت جرأت و بیباکی ہے ۔

درمختار میں ہے :

یلزم اھل المشرق برؤیة اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیة اولئك بطریق موجب کما مر[1]

اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی بنا پر روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ ان کے ہاں وہ رؤیت بطرق موجب ثابت ہو۔ جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ایسی حالت میں ہم پر باتفاقِ علماء اپنی رؤیت پر عمل واجب ہے اور اُن بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل و ذاہب واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شاہجہان پور محمد خلیل غربی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

اوّلاً مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انھوں نے بیان کیا ہم نے خود ۲۹ ذیقعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہُوئے لوگوں کی شہادۃ اہلِ شاہجہانپور پر عید الاضحٰی ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں؟ مع حوالہ کتبِ فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے بینوا توجروا۔

ثانیاً مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب بعبارت :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں، گو مسافت اُس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی درباب رؤیت ہلال عید الاضحٰی معتبر ہوگی یا نہیں؟ اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ :

یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیه معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انه رأی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم[2] الخ

کتاب الحج میں فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع معتبر ہے تو حجاج پر کوئی شیئ لازم نہ ہوگی اگر دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند کا دیکھنا ظاہر ہوجائے الخ (ت)

کیا مطلب ہے ، اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ کے ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائیگی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے گر عید الاضحٰے کا ہو

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۵

اور نیز فتوٰی مولوی عبدالحی صاحب کا کہ جو مؤید بحدیث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحی اپنے مجموعۂ فتاوٰی میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی در باب رؤیتِ ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جوابِ سوالِ اول ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعۂ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اُس کا خلاف ناجائز، اور شاہجہان پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثبوت ہو کر اُس کے حساب سے چہار شنبہ کو عید اضحٰی کرنی لازم ہوتی اور اسی حساب سے جو بارھویں تھی یعنی روز جمعہ اُسی تک میعادِ قربانی رہی جس نے اُس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وُہ قربانی نہ ہُوئی کہ مذہب حنفی میں اختلافِ مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ اصلاً مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصاً جب وہی مذیل بالفتوٰی ہو کر اب تو کسی طرح اس سے عدول روا نہیں۔ خلاصہ و بحرالرائق و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

واللفظ لهذین ملتقطا هلال الاضحٰی و بقیة الاشهر التسعة کالفطر علی المذهب واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتوٰی[1] (ملخصاً)

خلاصۃً ان دونوں کتابوں کے الفاظ میں صحیح مذہب پر عید الاضحٰی اور بقیہ نو ماہ کے چاند کا معاملہ عید الفطر کی طرح ہے، اختلافِ مطالع کا ظاہر مذہب کے مطابق اعتبار نہیں، اس پر اکثر مشائخ ہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرحوا بان ما خرج عن ظاهر الروایة لیس مذهبا لابی حنیفة ولا قولا له[2]۔

فقہائے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے وہ امام ابوحنیفہ کا نہ مذہب ہوتا ہے نہ قول۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه لم یبق قولا له[3]۔

جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے اس سے رجوع کرلیا گیا ہوتا ہے اور مرجوع عنہ امام صاحب کا قول باقی نہیں رہتا۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الصوم | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۹
[2] فتاوٰی خیریہ | کتاب الطلاق | دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت | ۱/۵۲
[3] بحرالرائق | فصل فی التقلید | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۶/۲۷۰

ردالمحتار میں ہے :

ماخالف ظاهر الرواية ليس مذهبا لاصحابنا[1] جو ظاہر الروایت کے خلاف ہو وہ ہمارے احناف کا مذہب نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے :

الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق الاجماع[2] مرجوح قول پر فتوٰی وفیصلہ جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

كقول محمد مع وجود قول ابى يوسف اذا لم يصحح اويقو وجهه واولى من هذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اذا لم يصحح والافتاء بالقول المرجوع عنه[3] اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ جیسا کہ امام ابویوسف کے قول کے باوجود امام محمد کے قول پر جس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی تقویت بیان نہ کی گئی ہو، اُس سے زیادہ باطل وُہ فتوٰی ہوگا جو ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ کی گئی ہو، اور وُہ فتوٰی جو مرجوع عنہ ہو اھ ، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

جواب سوال ثانی صورت مستفسرہ میں جب وُہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحٰی ہو اگرچہ اُن میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو، یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اس سے عدول باطل و ناروا، علامہ شامی نور قبرہ السامی نے یہاں ظاہر الروایۃ و قول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہِ بشریت ایک خطائے فکری سے اُسے مختص بہ ہلال صوم وفطر سمجھا، فقط ہلال اضحٰی کو اُن نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاقات بلکہ تنصیصات کتب معتمدہ مذہب کے مقابل اُس کی طرف التفات بھی ناممکن، چہ جائے اعتماد، علامہ ممدوح کا یفهم من کلامهم فرمانا اُسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وُہ ہرگز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں اُن کے کلمات عالیات صاف اس مزعوم سے ابا فرمارہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحٰی بلکہ صوم وفطر سب میں اختلافِ مطالع معتبر ٹھہرایا اور ضرور ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ کا بالقصد معارضہ کیا اور

---

[1] ردالمحتار | کتاب احیاء الموات | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۷۸
[2] درمختار | خطبۂ کتاب | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۵
[3] ردالمحتار | تحت عبارتِ مذکور | مصطفی البابی مصر | ۱/۵۵

خود اپنی تصریحات کی رُو سے بوجوہ کثیرہ فاحش خطاؤں اور باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتویٰ نہیں بتاتے، اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتویٰ جس پر وہ جزم و اعتماد کر رہے ہیں علم فقہ و علم حدیث و علم ہیئت تینوں علوم کی رُو سے صریح باطل و محض ناقابل اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض و مناقض و مقابل ہیں احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد و قوی ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر و اعتبار نقّاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں حتی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزہ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والایمان من الثریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشادات عالیہ کو محکِ نقد و نقض پر رکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور حق یُوں ہے ابوحنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدّث احادیث و آثار کے محیط و حاوی فخر بخاری و رشک طحاوی کا احادیث واضحہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا ضرور محل عجب ہے۔ فتوائے مولوی صاحب ہرگز مؤید بحدیث نہیں بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی شکایت بھی کچھ نہیں بڑے بڑوں پر بھی بدزبانی کی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھتے تھے، وللہ درمن قال (اور اللہ تعالٰی ہی کے لیے بھلائی ہے، جس نے یہ شعر کہا: ؎

وکم من عائب قولا صحیحا ... وآفتہ من الفہم السقیم

(بہت سے لوگ صحیح بات کو معیوب قرار دیتے ہیں جبکہ یہ مصیبت کمزور فہم کی وجہ سے آتی ہے۔ت)

اور مبارک فقیر کی مخالفت کا زیادہ حصّہ تو انہی فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار، پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں اتنی مخالفات باوصف کثرت قصدیہ ہیں اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہُوئی جس پر اُنھوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت ہیں نہ مرتکب مخالفت، طرفہ یہ کہ یہ اپنی تصریحوں سے تعارض و تناقض میں بھی انہی ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلّہ بھاری ہے اور علمِ ہیئت سے یکسر بیگانگی کا الزام تو صرف انہی پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو ہمہ داں ہیں، یہ سب اجمالی بیان بعونہٖ تعالٰی دربارہ اہلّہ فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہُوئی تو فقیر بعون القدیر تفصیل کے لیے حاضر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱ ازگیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام مصطفٰی صاحب

مظہر انوارِ شریعت حضرت مولانا دامت برکاتکم وفیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان

کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب زود تر ارسال فرما کر سرفراز وممتاز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، بصورتِ فرصت ومہلت حدیث ماخذ وحوالہ کتاب بھی ارشاد فرما دیجئے گا فقط زیادہ آفتاب ہدایت تاباں ودرخشاں باد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس ۳۰ تاریخ تھی اُسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور اُنھوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی سامان نماز کا ہو رہا تھا، آپ لوگ بھی پڑھیے۔ مختار صاحب مذکور کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امورِ خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا متحقق ہوگا، صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں ازروئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کا اعتبار کرکے نمازِ عید کے واسطے فتوٰی دینا صحیح ہوگا یا نہیں، ارشاد فرما کر عنداللہ ماجور و داخلِ حسنات ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی، اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں؟

الجواب

دربارۂ ہلال خط وتار محض بے اعتبار، اشباہ والنظائر میں ہے: لایعتمد علی الخط ولایعمل بہ[1] (خط پر نہ تو اعتماد کیا جائے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے۔ ت) مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وُہ بھی محض حکایت و اخبار کہ دو شاہدِ عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلاً معتبر نہ تھی۔ درمختار میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ[2] (ملخصاً)

گواہ کہتے ہیں کہ قاضی مصر کے پاس فلاں فلاں دو گواہوں نے فلاں تاریخ کو چاند دیکھنے پر گواہی دی ہے اور وہاں کہ قاضی نے اس پر فیصلہ کردیا ہے اور شرائطِ دعوٰی ساری کی ساری پائی گئی ہوں تو اب قاضی کو جائز ہے ان کی گواہی پر فیصلہ کرے کیونکہ قاضی کی قضاء حجت ہے اور اسی پر وہاں کے گواہوں نے گواہی دی ہے، ہاں اگر وُہ دوسروں کی رؤیت پر گواہی دیتے تو قبول نہ ہوتی کیونکہ یہ حکایت ہے (ملخصاً)۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات والدعاوی ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۸
[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

صورتِ مذکورہ میں اہلِ قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہو جائے کہ اُنھوں نے قبل ثبوت عید کی اور ارشادِ حدیثِ صحیح صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[1] (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ ت) کے مخالف ہوئے جس نے بربنائے مذکور ہذیان تار وحکایت نامختار عید کا فتوٰی دیا سخت حرام ہوا ایسے فتوے پر کبھی عمل نہ کریں حدیث میں ہے: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔[2] جب غیر اہل کو کام سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۲: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ ننّے میاں کلاہ فروش داہن منڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کرکے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کئے، بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے، وہاں کے لوگوں نے ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہُوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کریں گے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے، اب سوجت کی ۲۹، اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کریں گے تو انہوں نے ضد اور نفسانیت کرکے روزہ نہیں رکھا، اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا بہکا کر افطار کر دیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پُورے کرکے عید کریں گے کیونکہ ہم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتوٰی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ کی خبر سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند اُن کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا اُنھوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا تھا اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتے کی رات کو چاند دیکھا سو اسی حساب سے ہم روزہ رکھیں گے۔ پھر حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کیا آپ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا رأیتم الہلال فصوموا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] " کتاب العلم " ۱/۱۴

حضرت معاویہ اور اُن کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کرینگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے ملک کی رؤیت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دوسروں کے روزے قریب آٹھ بجے کے تُڑوا دیے بغیر چاند دیکھے، تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضاء رکھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین[1]۔ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو، اگر موسم ابر آلود ہو تو تم پر تیس دنوں کا پورا کرنا ضروری ہے (ت)

روزہ اور افطار دونوں کی بناء حضور نے رؤیت پر رکھی، تو خود رؤیت ہو یا دوسری جگہ کی رؤیت کا ثبوت شرعی ہو اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ مشرق و مغرب کا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے:

یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت ذلک عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب شرعی[2]۔ اہلِ مشرق پر اہلِ مغرب کی رؤیت کی بنا پر روزہ وافطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے ہاں چاند کا ثبوت بطریق موجب شرعی ہو۔ (ت)

اس کے ثبوت کے سات طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کئے، یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا، نہ رؤیت ہے، نہ شہادت ہے، نہ شہادت علی الشہادت، نہ شہادت علی الحکم، غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے، اور وہ دربارۂ ہلال اصلاً معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ اس پر در وغیرہ کتب میں تصریح ہے۔ ت) اوروں کے روزے تڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور اُن پر قضاء لازم، اور اُن کو دہلی میں اگر کوئی ثبوتِ شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو ان کا جُرم اور اشد ہے، اور ان پر بھی قضاء لازم، یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی شرعی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہوگیا، لہٰذا قضاء کی حاجت نہیں،

---

[1] صحیح بخاری — باب اذا رأیتم الہلال فصوموا — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۵۶

[2] درمختار — کتاب الصوم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۹

البتہ بلا ثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرأت کی اُس سے توبہ کی حاجت ہے مگر جبکہ شعبان ۳۰ کا سمجھ کر روزے رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔